IQBAL REVIEW (66: 4)
(October – December 2025)
ISSN(p): 0021-0773
ISSN(e): 3006-9130

فکرِ اقبال اور قیادت کا جامع تصور

Muhammad Iqbal's Thought and the Comprehensive Concept of Leadership

ڈاکٹر عطاء الرحمٰن میو
پروفیسر اردو
سپیریئر یونیورسٹی، لاہور

حافظہ عائشہ صدیقہ
پی ایچ ڈی سکالر،
لاہور کالج برائے وومن یونیورسٹی، لاہور

ABSTRACT

This article examines the thought of Iqbal as a comprehensive framework for the moral, spiritual, intellectual, and political revival of the Muslim Ummah. It argues that Iqbal identifies the Qur'an as the only timeless and universal source of guidance capable of restoring the lost dignity, unity, and leadership of Muslims. Through his Urdu and Persian poetry, lectures,

and prose writings, Iqbal consistently emphasizes truthfulness, justice, courage, and leadership as the core qualities required for collective regeneration. The study highlights Iqbal's concept of the Mard-e-Momin, whose faith is rooted in firm belief, continuous action, and transformative love, and who embodies both spiritual depth and worldly responsibility. The article also explores Iqbal's critique of materialism, interest-based economic systems, intellectual imitation of the West, and the separation of religion from politics. It underscores his insistence on integrating Qur'anic values with social, economic, educational, and political life to establish a just and dynamic Islamic civilization. Ultimately, the paper concludes that the revival of Muslim society, leadership, and civilization is only possible through sincere adherence to the Qur'an and Sunnah, guided by the transformative vision articulated in Iqbal's thought.

Keywords: Iqbal's Thought, Qur'anic Guidance, Islamic Civilization, Muslim Leadership, Moral Revival, Mard-e-Momin, Faith and Action, Islam and Politics, Spiritual Renaissance

اقبال عالم آب وگل کی ہدایت اور ملت اسلامیہ کی رہنمائی اور کھوئے ہوئے وقار کی بحالی کے لئے صرف اس لازوال حکمت کو صراط مستقیم قرار دیتے ہیں، جو قرآن حکیم نے پیش کی ہے۔ یہی وہ صحیح واحد ضابطہء حیات اور ابدی نجات کا ضامن و قائد ہے جو پیدائش سے لے کر موت تک قدم قدم پر دنیاوی واخروی زندگی میں فلاح وکامیابی کا اسم اعظم بتاتا ہے کہ کس طرح نبی آخر الزماں حضرت محمد ﷺ کے اسوہ حسنہ پر عمل پیرا ہو کر ہی خالق کائنات کی خوشنودی کا سامان کر سکتے ہیں۔ اقبال نے ساری عمر اپنی فارسی، اردو شاعری اور اپنے خطبات و مقالات کے ذریعہ اپنے اسی پیغام کو عام کرنے میں صرف کی۔ ان کا پیغام ان اوصاف پر زیادہ زور دیتا ہے:

صداقت، عدالت، شجاعت، امامت

صداقت کی ضد جھوٹ ہے۔ جھوٹ کبھی نہیں پھلتا، وقتی طور پر تو جھوٹ، منافقت اور مبالغہ آرائی مذموم حرکات وسکنات پر پردہ ڈال دیتی ہے لیکن جھوٹ کی قلعی کھلتی ہے اور ذلت ورسوائی اس کا مقدر بن جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جھوٹ بولنے والوں پر لعنت بھیجی ہے۔ نبی مکرم ﷺ نے مکہ مکرمہ میں رہتے ہوئے نبوت سے پہلے اپنے کردار کی خوشبو سے اہل مکہ کے دلوں میں گھر کر لیا تھا۔ چنانچہ جب آپ ﷺ نے کوہ صفا پر اہل مکہ کو اسلام کی دعوت دینے سے پہلے اپنے بارے میں پوچھا تو سب نے آپ ﷺ کی صداقت، امانت، دیانت اور پاکیزہ کردار کی گواہی دی۔ یہ الگ بات کہ مکہ کے سرداروں کی انا پرستی نے آپ ﷺ کی اسلام کی دعوت کو ماننے سے انکار کر دیا لیکن جن صحابہ کرام نے آپ ﷺ کی دعوت پر لبیک کہا، وہ حق وصداقت کی راہ پر ڈٹ گئے۔ یہاں تک کہ ظلم وجبر کے پہاڑ ان پر توڑے گئے لیکن ان کی زبان مبارک سے احد احد ہی نکلا۔ آپ ﷺ کی تربیت کا اعجاز تھا کہ صحابہ کرام صداقت، عدالت اور شجاعت کی خوبیوں سے متصف ہو کر دنیا کی امامت کرنے لگے۔ آپ ﷺ کے وصال کے بعد دنیا کے ¾ حصہ پر اسلام کا سبز ہلالی پرچم لہرانے لگا۔ لیکن جیسے جیسے امت مسلمہ قرآن وسنت سے دوری اختیار کرتی گئی، وہ زوال وپستی کا شکار ہو گئی۔ آج ہمیں پھر سے اپنے کڑے احتساب کی ضرورت ہے۔ اقبال کی فکر اور تعلیمات کو اپنا کر ہی ہم موجودہ کرب انگیز حالات سے عہدہ برآ ہو سکتے ہیں۔ اس کے لئے ضروری ہے کہ ہم قرآن وسنت کے مطابق اپنی زندگیوں کو ڈھالیں۔ فکر اقبال کو اپنا رہنما بنائیں کیونکہ: اقبال کو اس امر کا اعتقاد واثق اور حق الیقین تھا کہ قرآن بغیر قیود زمان ومکان ہدایت ورہبری کا منبع ہے۔ قرآن ہر فضا، ہر ماحول میں ایک نیا عالم پیدا کرتا ہے۔ وہ ہر زمانہ کے مطابق حق اور

ہدایت کے اصول بتلاتا ہے۔ وہ ہمیشہ سے زندہ ہے اور ہمیشہ زندہ رہے گا۔ مسلمانوں کی حقیقی زندگی قرآن کی تعلیم سے وابستہ ہے۔ اگر وہ احکام قرآن اور سنت نبوی ﷺ پر پابند رہیں گے تو زمانہ پر فتح پا کر دنیا کی امامت کر سکتے ہیں۔ اسی لئے اقبال نے ہمیں بھولا ہوا سبق یاد دلانے کی کوشش کی ہے:

سبق پھر پڑھ صداقت کا ، عدالت کا ،شجاعت کا
لیا جائے گا تجھ سے کام دنیا کی امامت کا[۱]

اس کے لئے ہمیں پھر سے صحیح معنوں میں مسلمان بننا ہو گا جو ان چار عناصر پر مشتمل ہے:

قہاری و غفاری و قدوسی و جبروت
یہ چار عناصر ہوں تو بنتا ہے مسلمان[۲]

آج امت مسلمہ ڈیڑھ ارب سے زائد آبادی کا جم غفیر ہے۔ ہم آپس کی نااتفاقی اور یہود وہنود سے دوستیاں گانٹھنے کی بنا پر ایک دوسرے کے دشمن بنے ہوئے ہیں۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں واضح فرمادیا کہ: یہود وہنود کبھی تمہارے دوست اور خیر خواہ نہیں ہوسکتے۔ معاشی طور پر ہم سودی نظام اختیار کئے ہوئے ہیں۔ جس نے ہماری معیشت کا بھرکس نکال دیا ہے اور آج ہم افرنگ کی دریوزہ گری پر مجبور ہیں۔ خالق کائنات، رب العالمین ہے، جس نے آسمانوں اور زمین کو مختلف النوع خزائن کا منبع بنایا ہے۔ وہ کن کہتا ہے اور فیکون پس وہ ہو جاتا ہے، سورۃ الرحمن میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"تو اے جن وانس! تم دونوں اپنے رب کی کون سی نعمت کو جھٹلاؤ گے۔[۳]

سورۃ الشوریٰ آیت: ۱۲ میں ارشاد ہے:

اسی کے لئے ہیں آسمانوں اور زمین کی کنجیاں، روزی وسیع کرتا ہے جس کے لئے چاہے اور تنگ فرماتا ہے۔ بے شک وہ سب کچھ جانتا ہے۔[۴]

اللہ سبحانہ وتعالیٰ قادر مطلق ہے، وہ رزاق ہے، اسی کے قبضہ قدرت میں زندگی اور موت ہے، وہ جلاتا اور مارتا ہے، وہی اچھی تقدیر لکھنے پر قادر ہے، وہ پکارنے والے کی پکار سنتا ہے۔ خواہ وہ آسمانوں کی وسعتوں میں پکارے یا زمین پر یا سمندروں کی گہرائی میں یا زمین کی پاتال میں، اس کے سوا کوئی مشکل کشا نہیں، کوئی داتا نہیں، کوئی روزی دینے والا نہیں۔ کوئی شفا دینے والا نہیں اور کوئی معاف فرمانے والا نہیں اور نہ کوئی نوازنے والا ہے۔ ساری کائنات کا نظام اسی کے حکم کے تابع ہے۔ تو پھر کیا وجہ ہے؟ کہ ہم اس کی چوکھٹ پر سجدہ ریز ہونے کی بجائے اغیار سے (یہود وہنود) سے دوستیاں گانٹھ رہے ہیں۔ آئی

ایم ایف سے قرضوں کے حصول کے لئے اپنی ملی اور دینی حمیت گروی رکھ کر خوشی کے شادیانے بجا رہے ہیں۔ معاشی نظام کو سودی طریقوں پر استوار کر کے اس کی کامیابی کا ڈھنڈورا پیٹ رہے ہیں۔ غالبؔ نے اسی موقع کے لئے کہا ہے:

قرض کی پیتے تھے مئے لیکن سمجھتے تھے کہ ہاں
رنگ لاوے گی ہماری فاقہ مستی ایک دن[۵]

ہماری معاشی مشکلات، اخلاقی گراوٹ، فرقہ واریت، سیاسی عدم استحکام معاشرتی برائیوں کا خاتمہ تبھی ممکن ہے جب قرآن وسنت کو اپنی زندگیوں کا محور بنائیں اور فکر اقبال خصوصا ان کی اردو اور فارسی شاعری جو قرآن وسنت کی عملی تفسیر ہے سے استفادہ کر کے نئی نسل کی عملی تربیت کا اہتمام کریں۔ یہی وہ راہ ہے جسے اپنا کر ہم صداقت، عدالت، شجاعت کی صفات سے اپنی زندگیوں کو منور کر کے دنیا کی امامت کا فریضہ سر انجام دے سکتے ہیں۔

اقبال کو شکایت ہے کہ مکتب کے مدرسین حق وصداقت اور عدالت وشجاعت کا درس چھوڑ کر قوم کے نونہالوں کو مغربی اقدار سے روشناس کرا رہے ہیں۔ کلاس رومز میں موسیقی کی تعلیم دی جاتی ہے۔ مغربی لٹریچر کی تفہیم کے بغیر طلبا وطالبات اگلے درجے میں ترقی نہیں پاسکتے۔ اے لیول اور او لیول کے سند یافتہ معاشرے کے دانش مند سمجھے جاتے ہیں یا وہ طبقہ جو مغربی لٹریچر اور تہذیب واقدار کا دلدادہ ہے، ہماری تعلیمی پالیسیاں ترتیب دیتا ہے، ان پالیسیوں میں اسلامی شعائر اور عقائد کی جھلک آٹے میں نمک کے برابر ہوتی ہے۔ ہمارے اعلیٰ تعلیم یافتہ طلبا اسلام کی بنیادی روح اور عقائد سے بے بہرہ ہوتے ہیں۔ وہ فیصلہ سازی اور زیست کے مسائل کے حل کے لئے مغربی تہذیب سے خوشہ چینی کرتے ہیں۔ جس کی بنا پر ہمارے ارباب اختیار انگریزی تہذیب کی خوبیاں گنواتے نہیں تھکتے، روانی کے ساتھ انگریزی بولنا ان کا وصف قرار پاتا ہے۔ جبکہ بانی پاکستان قائداعظم محمد علی جناح نے پاکستان کی بنیاد کلمہ طیب پر رکھی تھی اور ارض پاک کو اقبال کے اس شعر کی خصوصیات سے مزین کرنا تھا۔

سبق پھر پڑھ صداقت کا، عدالت کا، شجاعت کا
لیا جائے گا تجھ سے کام دنیا کی امامت کا

سوال یہ ہے کہ کیا آج وطن عزیز میں فکر اقبال کی ترویج کی جارہی ہے یا نفی؟ اگر جواب نفی میں ہے تو اقبال کی یہ شکایت جائز ہے کہ:

شکایت ہے مجھے یا رب ! خداوندانِ مکتب سے
سبق شاہیں بچوں کو دے رہے ہیں خاکبازی کا[۶]

ابھی ملت اسلامیہ کے فرزند بالکل مدہوش نہیں ہوئے۔ ان میں عزت ایمانی کی رمق باقی ہے۔ اسوہ حسنہ ﷺ کا سبق ابھی بہت سے دل و دماغ میں ازبر ہے۔ جس کی بنا پر وہ اغیار کی کامل غلامی اختیار کرنے پر آمادہ نہیں ہوسکتے۔ وہ مغرب کی دلفریب لے سنتے ضرور ہیں لیکن دیوانہ وار اسے عقائد کا حصہ نہیں بناسکتے یہ الگ بات ہے کہ مغرب کی مسحور کن مدھر تانوں نے ان کے عقائد میں بگاڑ پیدا کر دیا ہے ۔ لیکن مسلمانوں کے دل و دماغ کے نہاں خانوں میں دین اسلام کا حقیقی سبق موجزن ہے۔ جس نے اسے ڈھال فراہم کی۔ ان کے نزدیک اسلام تو ساری دنیا کو گلے لگانے آیا ہے۔ یہ پورب پچھم چکوروں کی دنیا ہے۔ مسلمان تو بتان شعوب و قبائل کو توڑ کر توحید کو بے حجاب کرنے آیا ہے۔ وہ اس بحر بے کراں میں مچھلی کی طرح آزاد وطن میں رہنا چاہتا ہے۔ مرد مومن کی میراث تو سارا جہان ہے۔

جہاں میں لذت پرواز حق نہیں اس کا
وجود جس کا نہیں جذب خاک سے آزاد[۷]

اسلامی تہذیب و تمدن، سیاست، ثقافت، معیشت، اخلاق و آئین قرآنی میں، اسلام ایک مکمل نظام ہے۔ اس نے سیاست اور مذہب کو الگ نہیں کیا۔ اقبال نے اسی لئے کہا ہے:

جلال پادشاہی ہو کہ جمہوری تماشا ہو
جدا ہو دیں سیاست سے تو رہ جاتی ہے چنگیزی[۸]

اقبال مذہب و سیاست کو لازم و ملزوم قرار دیتے ہیں۔ اسلامی ریاست کے خدوخال اس کے بغیر نامکمل ہیں۔ جب تک مسلمان اس اصول پر عمل پیرا رہے، دین و دنیا کی حکمرانی سے سرفراز رہے۔ جب اس سے انحراف کی راہ پر گامزن ہوئے تو بتدریج زوال کا شکار ہوگئے۔ وہ انتشار و افتراق کا شکار ہو کر فیصلہ سازی کی قوت سے محروم ہوگئے جبکہ امت مسلمہ کے اکابر کی یہ خوبی ہے کہ اگر وہ کوئی فیصلہ کرلیں تو اس پر ڈٹ جاتے ہیں۔

اس ضمن میں قائداعظم نے آل انڈیا مسلم لیگ کے اجلاس منعقدہ اکتوبر ۱۹۳۷ء بہ مقام لکھنؤ میں کیا خوب ارشاد فرمایا:

کوئی فیصلہ کرنے سے قبل ہزار بار غور کرو، لیکن جس وقت کوئی فیصلہ ہو جائے تو اس پر شخص واحد کی طرح جم جاؤ آپ کو صداقت شعار اور وفادار رہنا چاہئے، بس اس کے بعد کامیابی اور فتح آپ کے قدم چومے گی۔[9]

قائداعظم کے درج بالا اقتباس میں اہم نکات یہ میں جو ملت کے پیشوا کا وصف قرار پاتے ہیں:

الف: حکمت و تدبر کے ساتھ سازی فیصلہ سازی کی قوت

ب: فیصلے کے بعد اس پر ثابت رہنا، یعنی پائے ثبات میں لغزش نہ آئے

ج: صداقت پر ڈٹ جانا

د: وفاداری کا ثبوت فراہم کرنا

جس کے بارے میں علامہ اقبال نے کہا ہے:

ٹل نہ سکتے تھے اگر جنگ میں اڑ جاتے تھے
پاؤں شیروں کے بھی میداں سے اکھڑ جاتے تھے
تجھ سے سرکش ہوا کوئی تو بگڑ جاتے تھے
تیغ کیا چیز ہے، ہم توپ سے لڑ جاتے تھے
نقش توحید کا ہر دل پہ بٹھایا ہم نے
زیر خنجر بھی یہ پیغام سنایا ہم نے
محفل کون و مکاں میں سحر و شام پھرے
مئے توحید کو لیکر صفت جام پھرے
کوہ میں، دشت میں لے کر ترا پیغام پھرے
اور معلوم ہے تجھ کو، کبھی ناکام پھرے!
دشت تو دشت ہیں، دریا بھی نہ چھوڑے ہم نے
بحر ظلمات میں دوڑا دیے گھوڑے ہم نے[10]

یہی وہ وصف تھے، جس کی بنا پر مسلمان پر اللہ کی دھرتی پر صحیح معنوں میں "خلیفۃ الارض کے عہدے پر فائز ہوئے اور معلوم دنیا ان کے سامنے سرنگوں ہو گئی۔ اس کے پیچھے "لا الہ الا اللہ" کی طاقت تھی، یقین کامل تھا، اللہ سبحانہ تعالیٰ وحدہ لاشریک ہے، وہ "اللہ الصمد" ہے، اس کے پاس آسمانوں اور

زمین کے خزانوں کی کنجیاں ہیں، وہی قادر المطلق ہے، وہ کن کہتا ہے، فیکون، پس وہ ہو جاتا ہے، اللہ تعالیٰ جل شانہ سے سب کچھ ہونے کا یقین اور غیر اللہ سے کچھ نہ ہونے کا یقین، یہ وہ ایمان کی طاقت تھی کہ وہ اللہ پر کامل بھروسا کر کے نبی کریم ﷺ کی تعلیمات اور اسوہ حسنہ ﷺ پر عمل پیرا ہو کر جب اللہ کے دشمنوں کے خلاف صف آرا ہوتے تو دشمن کو کہیں جائے پناہ نہ ملتی تا آنکہ وہ ہتھیار ڈال کر امن کی بھیک مانگنے پر مجبور ہو جاتے، اسی یقین کامل کا اقبال نے یوں اظہار کیا ہے:

یقیں محکم، عمل پیہم، محبت فاتح عالم
جہادِ زندگی میں ہیں یہ مردوں کی شمشیریں"

غلام احمد پرویز اپنی کتاب "اقبال اور قرآن" میں لکھتے ہیں:

یہ یقین کامل اور عمل پیہم جب کسی قوم کا وصف بن جاتا ہے تو وہ "خیر امت" بن جاتی ہے، اس سے اندازہ لگا سکتے ہیں کہ اس "خیر امت" کا مقام کس قدر بلند ہو گا۔[۱۲]

اقبال ملت اسلامیہ کے پیشواؤں کو بھولا ہوا سبق یاد کرواتے ہیں:

اپنی اصلیت سے ہو آگاہ اے غافل کہ تو
قطرہ ہے لیکن مثالِ بحر بے پایاں بھی ہے
کیوں گرفتار طلسم، ہیچ مقداری ہے تو
دیکھ تو پوشیدہ تجھ میں شوکتِ طوفاں بھی ہے
ہفت کشور جس سے ہو تسخیر بے تیغ و تفنگ
تو اگر سمجھے تو تیرے پاس وہ ساماں بھی ہے[۱۳]

بار بار اسے اپنی ذات کا عرفان حاصل کرنے کے لئے جھنجھوڑتے ہیں کہ قدرت نے یہ جہاں تیرے لیے بنایا ہے تو جہاں کے لئے نہیں ہے۔ تیرا کام قدرت کی بنائی ہوئی کائنات کی تسخیر ہے اور یہ تبھی ممکن ہے جب تو اپنے آپ کو نبی کریم ﷺ جو وجہ تخلیق کائنات ہیں، کے عشق میں فنا کر لے۔ جب یہ عشق تیرے رگ و پے میں سما جائے گا تو تو یہ ہفت کشور بے تیغ و تفنگ بھی مسخر کر سکتا ہے لیکن اس کے لئے دل کی صفائی ضروری ہے اور دل کی صفائی اور پاکیزگی لا الہ الا اللہ کے نعرہ مستانہ سے جنم لیتی ہے۔ اسی کے مسلسل ورد سے مردہ دل پھر سے زندہ ہو جاتے ہیں۔ اقبال بار بار دل کی صفائی کا مطالبہ کرتے ہیں۔

دل مردہ دل نہیں ہے، اسے زندہ کر دوبارہ
کہ یہی ہے امتوں کے مرض کہن کا چارہ[۱۴]
دل زندہ و بیدار اگر ہو توبتدریج
بندے کو عطا کرتے ہیں چشمِ نگراں اور[۱۵]
دل بینا بھی کر خدا سے طلب
آنکھ کا نور، دل کا نور نہیں[۱۶]

جب مومن عشق وخودی کی یہ منازل طے کر کے عشق حقیقی کو پالیتا ہے۔ تو زمان ومکاں کے فاصلے سمٹ جاتے ہیں۔ اسے خالق ارض وسما کی رضا حاصل ہو جاتی ہے۔ وہ اپنے انہیں پاکیزہ اعمال کی بدولت منزل نور کا مستحق قرار پاتا ہے۔ اسی ضمن میں ڈاکٹر محمود احمد غازی لکھتے ہیں:

انسان ہی کائنات کا امام ہے۔ نماز وعبادات، حرم وکعبہ اور مراکز عبادت، کتب سماویہ کے نزول کا سلسلہ، لوح وقلم، یہ سب کچھ انسان ہی کے لئے وجود میں آیا ہے۔ اگر انسان نہ ہوتا تو خلافت نہ ہوتی، خلافت نہ ہوتی تو ان سب چیزوں کی ضرورت نہ پڑتی، یہ وہی مضمون ہے جس کو اقبال نے اپنی زندگی کے آخری ایام میں ایک نئے اسلوب میں بیان کیا تھا۔

اگر مقصود کل میں ہوں تو مجھ سے ما ورا کیا ہے
مرے ہنگامہ ہائے نو بہ نو کی انتہا کیا ہے[۱۷]

اقبال کی خواہش تھی وہ تہذیب جو الحاد پر مبنی ہے اس کی بیخ کنی کر کے ایک نئی تہذیب جو دین اسلام کے زریں اصولوں کی پاسداری کرے اور ایک نیا انسان جو مکمل طور پر اس تہذیب کا علمبردار ہو، ملت اسلامیہ کی رہنمائی کرے اور یہ مرد مومن جمالی اور جلالی صفات کا حامل ہو اور اس کائنات میں انسانی خودی کا پورا مظہر ہو اور قدرت نے انسانی فطرت میں جو قوتیں ودیعت کر رکھی ہیں۔ وہ اجاگر ہو کر اس کے ذریعہ بروئے کار آئیں اور انسانیت کے لئے ایک ایسا ماحول پیدا ہو جائے، جس میں طمانیت کا سامان ہو۔[۱۸]

اقبال جن لوگوں کا متلاشی ہے، ان کے لئے اس نے کئی القاب استعمال کئے ہیں۔ مرد آن مومن، مردانِ حق، عاشقان زندہ دل اور کہیں قلندر ان حق آگاہ اور کہیں انہیں عبدہ کہا ہے۔ اقبال نے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ اجمعین کے علاوہ بعض سلاطین قدیم وجدید، بعض اولیائے کرام اور بعض دوسرے رجال و زعما جن کے اوصاف اقبال کے ہاں پسندیدہ انسان پیشوا کے اوصاف قرار پاتے ہیں۔ ان کی

صورت اسرار خودی، رموز بے خودی، جاوید نامہ، ارمغان حجاز، نظم طلوع اسلام اور دیگر نظموں اور تصانیف میں دکھائی دیتی ہے۔[19]

ملت کا پیشوا نہ صرف ہر لمحہ اپنی ذات، اپنے کردار، اپنے قول وافعال، اپنی خلوت وجلوت کا محاسبہ کرتا ہے بلکہ وہ امت مسلمہ کے لئے آسانیاں تلاشتا ہے۔ اس کی ناموس وعزت کا نگہبان ہوتا ہے، اپنے زیر نگیں ریاست کا محافظ ہوتا ہے۔ رعیت کے دکھ درد کا مداوا کرنا، ان کے لئے خوشحالی کا سامان کرنا، اللہ کے دین کے پرچم کو بلند کرنا اور ختم نبوت ﷺ کی محافظت بھی اس کی ذمہ داریوں میں شامل ہوتی ہے ،وہ زندہ رہنے کے لئے کھاتا ہے نہ کہ کھانے کے لئے، نفسانی خواہشات کا سر کچل کر مجاہدہ کرتا ہے۔ حق وصداقت کو شعار بناتا ہے۔ اقبال نے جاوید نامہ میں زیر عنوان "خطاب بہ جاوید" (سخنے بہ نثر ادنو) اس کا جو تصور پیش کیا ہے۔ اس کا خلاصہ یوں ہے:

الف: کم خور وکم خواب وکم گفتار باش
ب۔ سر دین صدق مقال، اکل حلال
خلوت وجلوت تماشائے جمال[20]

کم کھانا، کم سونا، کم بولنا، یہ بھی ملت کے پیشوا کے زریں اصولوں میں ہے۔ صوفیا کا قول ہے کہ تیری زبان اگرچہ موتی رولے لیکن اس سے بھی بہتر ہے کہ تو خاموش رہے۔ "اسی لئے مرد مومن یا وہ گوئی میں وقت ضائع کرنے کے بجائے ذکر الٰہی میں مشغول رہتا ہے۔ وہ اس بات سے بے نیاز ہوتا ہے کہ لوگ اس کے بارے میں کیا کہتے ہیں۔ اسے تو یہ فکر دامن گیر ہوتی ہے کہ مخلوق خدا کی خدمت کیسے کرنی ہے؟ جس سے خالق ارض وسما راضی ہو جائے۔ اقبال کی فکر میں یہی پیغام موجزن ہے:

> وہ نوع انسان کے ادنی جھگڑوں سے بلند ہو کر ایک اڑتے ہوئے عقاب کی نظر سے اہل زمین کو دیکھتا ہے۔ انسان کو انسان بننے کی تلقین کرتا ہے اور اپنے آپ پر بھروسا کرنے کی تعلیم دیتا ہے۔ اس کا پیغام ترک نفس کے لئے نہیں ہے بلکہ ابدی وازلی امید اور انسان کی قابل تسخیر طاقت کو بیدار کرنے کا پیغام ہے۔[21]

یہ پیغام جبھی دیا جاسکتا ہے جب وہ پورے استغراق اور انہماک کے ساتھ کائنات کی بناوٹ اور سجاوٹ پر خاموشی کے ساتھ غور وفکر کرتا ہے۔ جس کے لئے قرآن میں ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ تم تدبر کیوں نہیں کرتے، تفکر کیوں نہیں کرتے کہ یہ بے ستونوں کا آسمان یہ پہاڑ، یہ سمندر، نباتات، جمادات

اور خود انسان کی پیدائش کیسے عمل میں آئی؟ خواجہ میر دردؔ نے خاموشی کو بھی عبادت سے تعبیر کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں:

جوں شمع جمع ہو ویں گر اہلِ زباں ہزار
آپس میں چاہیے کہ کبھو گفتگو نہ ہو[۲۲]

ایسے متقی اور پرہیز گاروں میں اللہ کے چنیدہ بندے بھی ہوتے ہیں۔ جو کائنات کی ایک ایک شے کا باریک بینی سے مشاہدہ کر کے حق و صداقت کی راہ پالیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ انہیں نبی / رسول کے درجے پر فائز کر دیتا ہے۔ ابراہیم علیہ السلام کا یہی وصف خالق کائنات کو اس قدر پسند آیا کہ وہ اللہ کے رسول قرار پائے۔ چنانچہ قرآن میں فرمان باری تعالیٰ ہے کہ:

اور جب آزمایا ابراہیم کو اس کے رب نے، کئی باتوں میں، پھر اس نے وہ پوری کیں۔ فرمایا، میں تجھ کو کروں گا سب لوگوں کا پیشوا۔[۲۳]

جو لوگ اللہ وحدہ لاشریک کے بھیجے ہوئے رسولوں کی ہدایت پر چلے، اپنی زندگیوں کو سنوارا، سو ان کے لئے رب کائنات نے خوشخبری سنادی:

سو جھ اور خوشخبری ایمان والوں کو جو کھڑی رکھتے ہیں نماز اور دیتے ہیں زکوۃ اور وہ پچھلا گھر یقین جانتے ہیں۔[۲۴]

یہی وہ لوگ ہیں جو اللہ کی کتاب سے ہدایت پکڑتے ہیں اور قرآن کے مضامین کو سمجھنے کے لئے تدبر اور تفکر کرتے ہیں۔ علامہ اقبال کی اسی عادت کے حوالے سے مرزا جلال الدین بیرسٹر لکھتے ہیں:

مطالب قرآنی پر ان کی نظر ہمیشہ رہتی۔ کلام پاک کو پڑھتے تو اس کے ایک ایک لفظ پر غور کرتے بلکہ نماز کے دوران میں جب یہ آواز بلند پڑھتے تو وہ آیاتِ قرآنی پر فکر کرتے اور ان سے متاثر ہو کر رو پڑتے۔ ڈاکٹر صاحب کی آواز میں ایک خاص کشش تھی۔ جب وہ قرآن پاک بہ آواز بلند پڑھتے تو سننے والوں کا دل پگھل جاتا۔

اسلام کی تمام تعلیمات کا سرچشمہ قرآن حکیم ہے۔ اقبال نے اپنے پیام میں قرآن کو پڑھنے اور اس سے نورِ ہدایت حاصل کرنے پر بڑا زور دیا ہے۔ اکبر الہ آبادی کے نام ایک خط میں لکھا تھا۔

وعظ قرآن بننے کی اہلیت تو مجھ میں نہیں ہے۔ ہاں، اس مطالعے سے اپنا اطمینان خاطر روز بروز ترقی کرتا جاتا ہے۔

مختلف بزرگوں نے فرمایا کہ قرآن پڑھنے کے لئے یہ ضروری نہیں کہ اس کے معنی بھی آتے ہوں۔ علامہ کی بھی یہی رائے تھی۔ نیاز الدین خاں کو ایک خط میں لکھتے ہیں:

> قرآن کثرت سے پڑھنا چاہئے تاکہ قلب، محمدی ﷺ نسبت پیدا کرے۔ اس نسبتِ محمدیہ ﷺ کی تولید کے لئے یہ ضروری نہیں کہ قرآن کے معنی بھی آتے ہوں۔ خلوص دل کے ساتھ محض قراءت کافی ہے۔[۲۵]

قرآنی تعلیمات اس بات کی غماز ہیں کہ جو شخص بھی اللہ کی وحدانیت پر پختہ یقین رکھتا ہے۔ وہ مرد حق ہے۔ گویا وہ غیر الہ کے وجود کو اللہ کی محبت اور احکامات کی موجودگی میں چنداں اہمیت نہیں دیتا۔ اس کا یہی وصف / عمل ایک طرح سے حضرت ابراہیم کا سا ہو جاتا ہے۔ جنہوں نے ہر شے سے منہ موڑ کر اور یکسو ہو کر اللہ کی طرف رخ کر لیا۔ منزل اسی وقت حاصل ہوتی ہے جب لاالہ پر پختہ اعتقاد ہو۔[۲۶] اقبال نے قرآنی ہدایات کی روشنی میں اسی اعتقاد پر زور دیا ہے۔

اقبال کا شعری تفکر قرآن و سنت کا عکاس ہے۔ نبی کریم ﷺ سے محبت اور عشق ان کی روحانی معراج ہے، اسی عشق کی سرمستی نے انہیں وہ بلند مقام عطا کیا ہے کہ اصفیا و اولیا اور دانشور بھی اقبال عشق کا دم بھرتے نظر آتے ہیں، پروفیسر ڈاکٹر غلام مصطفی خاں، ڈاکٹر سید عبداللہ، ڈاکٹر وحید قریشی، مرزا محمد منور، پروفیسر ڈاکٹر سید محمد اکرم اکرام، ڈاکٹر گوہر نوشاہی، ڈاکٹر طاہر القادری، ڈاکٹر اسرار احمد، ڈاکٹر برہان احمد فاروقی و دیگر نے فکر اقبال کی ترویج میں نمایاں کردار ادا کیا ہے۔ ان کے افکار کا خلاصہ یہی ہے کہ فکر اقبال کی ترویج سے نوجوان نسل کی ذہنی آبیاری کا کام لیا جاسکتا ہے جس کی بدولت ان میں وہ اسلامی اوصاف راہ پاسکتے ہیں کہ وہ امت مسلمہ کی رہبری کا فریضہ سرانجام دے سکیں۔ فکر اقبال میں امت کی رہنمائی کے وہ تمام گر بدرجہ اتم پائے جاتے ہیں۔ جو قرآن و سنت سے ماخوذ ہیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ اجمعین نے آپ ﷺ سے ان زریں اصولوں کی تعلیم پائی، خلفائے راشدین نے انہیں طور طریقوں کے مطابق ملت کے پیشوا کے فرائض ادا کیے اور کامیابی و کامرانی کے علم بلند کر کے اللہ سبحانہ تعالیٰ کی خوشنودی کا سامان کیا بلکہ مخلوق خدا کے لئے بھی آسانیاں فراہم کیں۔ یہ سب ایک دن میں ممکن نہیں ہوا۔ نبی کریم ﷺ کی تربیت نے ان کے دلوں کو نکھارا۔ ان کی زندگیوں کو سنوارا، آڑے وقت میں ان کی دستگیری کی، فقر و فاقہ اور عسرت و افلاس میں زندگی گزارنے کا سلیقہ سکھایا۔ انہیں اعتماد و حوصلہ۔ بخشا کہ کیسے ہی حالات ہوں، ان کے پائے ثبات میں لغزش نہ آئے۔ اللہ تعالیٰ سے

سب کچھ ہونے کا یقین اور غیر اللہ سے کچھ نہ ہونے یقین ان کے ایمان کا حصہ بنایا۔ جب ہر طرح ان کی تربیت ہر قسم کی آزمائشوں سے گزر کر کندن بن گئی تو یہ فقر وفاقہ میں زندگی بسر کرنے والے اللہ تعالیٰ کے محبوب بندے بن گئے اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کی محبت میں ہر لمحہ تن، من، دھن قربان کرنا ان کی زندگی کا شیوہ بن گیا۔

ملت کا پیشوا کیسا ہو؟ وہ کن اوصاف کا حامل ہو؟ اس حوالے سے اقبال نے جو شعری معروضات پیش کی ہیں وہ ملاحظہ ہوں:

نگہ بلند ، سخن دل نواز، جاں پر سوز
یہی ہے رختِ سفر میر کارواں کے لئے[۲۷]

میں تجھ کو بتاتا ہوں ، تقدیرِ امم کیا ہے
شمشیر وسناں اول ، طاؤس ورباب آخر[۲۸]

اے طائر لاہوتی ! اس رزق سے موت اچھی
جس رزق سے آتی ہو پرواز میں کوتاہی[۲۹]

عالم ہے فقط مومنِ جانباز کی میراث
مومن نہیں جو صاحبِ لولاک نہیں ہے[۳۰]

اپنے بھی خفا مجھ سے ہیں ، بیگانے بھی نا خوش
میں زہر ہلاہل کو کبھی کہہ نہ سکا قند[۳۱]

دلوں میں ولولے آفاق گیری کے نہیں اٹھتے
نگاہوں میں اگر پیدا نہ ہوا اندازِ آفاقی[۳۲]

دل بیدار پیدا کر کہ دل خوابیدہ ہے جب تک
نہ تیری ضرب ہے کاری، نہ میری ضرب ہے کاری[۳۳]

غیر ت ہے بڑی چیز جہانِ تگ ودو میں
پہناتی ہے درویش کو تاجِ سردار ا[۳۴]

نہ تخت وتاج میں ، نے لشکر وسپاہ میں ہے
جو بات مردِ قلندر کی بارگاہ میں ہے

صنم کدہ ہے جہاں اور مردِ حق ہے خلیل
یہ نکتہ وہ ہے کہ پوشیدہ لاالہ میں ہے[۳۵]

ملت کا رہنما تعصب اور تنگ نظری سے بالا ہوتا ہے۔ کینہ، بغض وعداوت اس کے قریب نہیں پھٹکتا۔ وہ معاملات کو احسن طریقے سے سلجھاتا ہے۔ وسعت قلبی اور وسعت نظری اس کا وتیرہ ہوتا ہے۔ وہ احباب کی غلطیوں کو درگزر کرکے اتحاد ویگانگت کی فضا قائم کرتا ہے۔ اسی لئے اقبال نے کہا ہے:

فقیہ شہر کی تحقیر ! کیا مجال مری
مگر یہ بات کہ میں ڈھونڈتا ہوں دل کی کشاد

موجودہ دور کے فقیہانِ حرم مختلف مسلکوں میں بٹے ہوئے ہیں۔ وہ اپنے مسلک کو برتر ثابت کرنے کے لئے بسا اوقات قرآنی آیات کے مطالب اپنے مطابق ڈھال لیتے ہیں۔ جس سے نئی نئی بدعات جنم لیتی ہیں۔ اقبال کا اشارہ اسی طرف ہے:

خود بدلتے نہیں قرآں کو بدل دیتے ہیں
ہوئے کس درجہ فقیہانِ حرم بے توفیق![۳۶]

اقبال ان کم علم پیشواؤں کی نشاندہی کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ مساجد میں پنج وقتہ نماز کے امام دین کی باریکیوں میں جھانکنے کی بجائے تحقیق وجستجو سے گریز کرتے ہوئے اپنے نان نفقہ کی طرف زیادہ توجہ دیتے ہیں جس سے اسلامی شعائر پس پشت چلے جاتے ہیں اور مادہ پرستی در آتی ہے۔

قوم کیا چیز ہے ، قوموں کی امامت کیا ہے؟
اس کو کیا سمجھیں یہ بیچارے دو رکعت کے امام![۳۷]

جبکہ بندہ مومن کے رنگ ڈھنگ ہی نرالے ہوتے ہیں۔ اس کے ہر فعل سے:

ہر لحظہ ہے مومن کی نئی شان، نئی آن
گفتار میں کردار میں، اللہ کی برہان
قہاری و غفاری و قدوسی و جبروت
یہ چار عناصر ہوں تو بنتا ہے مسلمان[۳۸]

اللہ سبحانہ تعالیٰ کی ربوبیت عیاں ہوتی ہے، اس کی گفتگو میں اللہ کی حمد وثنا اور نبی کریم ﷺ کا اسوہ حسنہ پیش نظر ہوتا ہے، خشیت الٰہی اور مشیت الٰہی اس کی گفتگو کا محور ہوتی ہے۔ دین اسلام کی روشنی

میں اپنے آپ کو کیسے سنوارنا ہے، مخلوق خدا کی کس طرح تربیت اور خدمت کرنی ہے۔ ان کی فلاح کے منصوبوں کی کس طرح تکمیل کرنی ہے۔ اللہ کے دشمنوں سے کس طرح نبرد آزما ہونا ہے۔ ملکی و حکومتی معاملات کس طرح چلانے ہیں۔ دعوت کا کام کیسے کرنا ہے اور دیگر امور جو متنازعہ ہیں۔ ان کا حل کس خوش اسلوبی سے کرنا ہے۔ ان سے احسن طریقے سے عہدہ برآ ہو ملت کے پیشوا کی ذمہ داری ہے۔

اقبال زندگی کے آخری لمحات میں ملت اسلامیہ کی سربلندی کے لئے فکر مند تھے۔ وہ عظمت اسلام کا علم ہر طرف پوری دنیا کی فضاؤں میں لہراتا ہوا دیکھنے کے متمنی تھے۔ ان کی شاعری میں جابجا یہی پیغام موجزن ہے کہ ملت اسلامیہ کو ایسے پیشوا، مرد مجاہد میسر آجائیں تو کفر کی طنابیں کاٹ کر ہر طرف دین حق کا پرچم لہرانے کی سعی وجہد کریں اور دنیا کو پھر سے حق وصداقت اور عدل وانصاف پر مبنی صحیح معنوں میں اسلام کا قلعہ بنائیں۔ جہاں آپ ﷺ کے اسوہ حسنہ کے مطابق دینی و دنیاوی امور نمٹانے کے سنہری اصول قائم ہوں خلفائے راشدین کی حکمرانی کی روایات پھر سے زندہ ہوں، جہاں کوئی بھوک سے نہ بلبلائے، کوئی فاقوں سے تنگ آکر اپنے بچوں کو زہر دے کر خودکشی کرلے، عدل وانصاف کے لئے برسوں نہ بھٹکنا پڑے، انصاف کا ترازو غریب وامیر کے لئے یکساں ہو۔ اسلامی سلطنت کی ایسی مضبوط بنیاد رکھی جائے، جو لا الہ الا اللہ، محمد رسول اللہ ﷺ کے سارے تقاضے پورے کرے، کوئی بھیک مانگنے والا نہ ہو، کوئی زکوٰۃ لینے والا ڈھونڈے سے بھی نہ ملے، حکمران اپنے ذاتی مقاصد ومفادات کو ملت اسلامیہ پر قربان کرنے والے ہوں، تو تبھی ایک اسلامی فلاحی ریاست کا خواب شرمندہ تعبیر ہو سکتا ہے۔ اسی توانا فکر کو پروان چڑھانے کے لئے اقبال فکر مند تھے اور اپنی موت سے پہلے جو آخری اشعار کہے وہ ملاحظہ ہوں:

سرود رفتہ باز آید کہ ناید؟
نسیمے از حجاز آید کہ ناید؟
سر آمد روزگارِ ایں فقیرے
دگر دانائے راز آید کہ ناید؟

(خدا جانے گزشتہ دور کا سرود واپس آتا ہے یا نہیں، حجاز کی طرف سے کوئی باد نسیم چلتی ہے یا نہیں؟ یعنی اسلام کی پہلی سی عظمت پھر آتی ہے یا نہیں اس فقیر (اقبال) کی زندگی تو اب اختتام کو پہنچی ہے۔ دیکھیں اب کوئی مصلح شاعر آتا ہے یا نہیں)۔

گر می آید آں دانائے راز
بدہ اورا نوائے دل گداز ے
ضمیر امتاں را می کند پاک
کلیمے یا حکیمے نے نوازے

(اے خدا) اگر وہ دانائے راز آجاتا ہے، تو تو اسے دلوں کو پگھلا دینے والی آواز عطا کر، کوئی کلیم یا کوئی نے نواز حکیم ہی قوموں کے ضمیر کو پاک کرتا ہے (کر سکتا ہے) کوئی مرد حق اور صاحبِ دل مفکر ہی کسی قوم کی اصلاح کر سکتا ہے۔)

اقبال زندگی کے ہر طبقے کے شاعر تھے۔ انہوں نے بچوں، نوجوانوں، مزدوروں، کسانوں، خواتین، بزرگوں غرض یہ کہ پوری ملت اسلامیہ کو فکری رہنمائی فراہم کی۔ ملت اسلامیہ آج بھی ایسے پیشوا کی متلاشی ہے جو صاحب بصیرت ہو، صاحب کردار ہو، اس کا کردار، دیانتداری، بے داغ ہو، جو عدل وانصاف کا پیامبر ہو، جو یتامی، مساکین، مفلس امت کے سروں پر دست شفقت رکھنے والا ہو، بیواؤں کے سروں کو چادروں سے ڈھانپنے والا ہو، اللہ کے قانون کا نفاذ اور جہاد فی سبیل اللہ کو اولیت دے کر اسلامی فلاحی ریاست کی بنیادوں کو اپنے لہو سے سینچنے والا ہو، معاشی وسماجی انصاف ایسا ہو کہ کوئی بھوک اور مفلسی کی بنا پر کسی کے سامنے دست سوال دراز نہ کرے۔ اداروں کی ایسی تطہیر کرے کہ کسی سرکاری اہل کار کو اپنی خاطر کسی کی تذلیل، کرنے کی جرات نہ ہو۔

حوالہ جات وحواشی

۱ نظم "طلوع مشمولہ بانگ درا، کلیات اقبال، اقبالؔ، لاہور، الحمرا پبلشنگ، ۲۰۰۴، ص ۳۸۲

۲ نظم اسلام اور مسلمان مشمولہ ضرب کلیم، کلیات اقبال، اقبالؔ، لاہور، الحمرا پبلشنگ، ۲۰۰۴، ص

۳ سورۃ الرحمن: ۱۳

۴ سورۃ الشوریٰ، آیت:۱۲

۵ دیوان غالب اردو، غالبؔ، مرتبہ، ابوالبیان سید حامد حسین بیدل شاہجہاں لاہور، ایجوکیشنل پبلشرز ۱۹۱۹، ص۳۸

۶ کلیات اقبال، ص:۴۶۱

۷ نظم پرواز مشمولہ بال جبریل، کلیات اقبال اردو، اقبال، لاہور، الحمرا، ۲۰۰۴، ص:۶۲۰

۸ کلیات اقبال اردو، ص:۴۷۲

۹ خطبات جناح، مرتب: محمد رفیق، لاہور، ادبستان، ۱۹۴۶، ص:۳۴

۱۰ نظم شکوہ مشمولہ بانگ درا، کلیات اقبال، ص:۲۳۵، ۲۳۳

۱۱ کلیات اقبال، ص:۳۸۵

۱۲ اقبال اور قرآن، جلد ۱، غلام احمد پرویز، لاہور، طلوع اسلام ٹرسٹ، طبع سوم، ۱۹۰۷، ص۲۱

۱۳ کلیات اقبال، ص۲۷۱

۱۴ ضرب کلیم، مشمولہ کلیات اقبال اردو، ص۶۷۲

۱۵ بال جبریل، ایضاص:۶۱۳

۱۶ بال جبریل، ایضا، ص:۴۷۵

۱۷ محکمات عالم قرآنی علامہ اقبال کی نظر میں، ڈاکٹر محمود احمد غازی، اسلام آباد، دعوۃ اکیڈمی، ۲۰۰۲، ص:۴۲

۱۸ اقبال اور ادب، شیخ محبوب علی، مشمولہ ماہنانہ تشریح، حیدر آباد دکن، جلد ۱، شمارہ ۲، نومبر ۱۹۵۷، ص۵۳

۱۹ مسائل اقبال، ڈاکٹر سید عبد اللہ، لاہور، مغربی پاکستان اردو اکیڈمی، طبع اول ۱۹۷۴، ص۲۶۷

۲۰ جاوید نامہ (طبع خاص)، اقبال، لاہور، اقبال اکادمی پاکستان، طبع اول، ۱۹۸۲، ص:۲۴۰

۲۱ شاعر مشرق علامہ اقبال از کرشن چندر، مشمولہ اقبال شناسی اور ادبی دنیا، مرتبہ، ڈاکٹر انور سدید، لاہور، بزم اقبال، طبع اول، نومبر ۱۹۸۸، ص:۲۲۶

۲۲ دیوان درد، مرتبہ ڈاکٹر ظہیر احمد صدیقی، نئی دھلی، مکتبہ جامعہ لمیٹڈ، طبع ثانی، ۱۹۶۳، ص۱۳۳

۲۳ البقرۃ:۱۲۴

۲۴ النمل:۳،۲

۲۵ اقبال اور قرآن، ڈاکٹر غلام مصطفی خاں، لاہور، اقبال اکادمی، طبع نہم، ۲۰۱۶، ص:۱۷

۲۶ ایقان اقبال، پروفیسر محمد منور، لاہور، اقبال اکادمی پاکستان، طبع سوم، ۲۰۰۳، ص:۸۰

۲۷ کلیات اقبال اردو، اقبال، لاہور، الحمرا، ۲۰۰۴، ص:۴۸۳

۲۸ ایضا، ص:۴۸۶

۲۹ ایضا، ص:۴۹۱

۳۰ ایضا، ص:۴۶۳

۳۱ ایضا، ص:۴۴۷

۳۲ ایضا، ص:۴۹۳

۳۳ ایضا، ص:۴۶۷

۳۴ ارمغان حجاز، مشمولہ کلیات اقبال اردو، ص:۸۳۰

۳۵ ایضا، بال جبریل، ص۵۰۶

۳۶ ایضاً، ص:۶۵۶

۳۷ ایضاً، ص:۶۶۰

۳۸ نظم، مرد مسلمان، ضرب کلیم ص۶۹۷